Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 3 (January-March 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Contextual Analysis and its Influence on Quranic Verse Interpretation

آیات قرآنیہ کے فہم میں ربط کلام کے اثرات

Dr. Muhammad Khurram
Lecturer of Islamic studies, University of Engineering and Technology Taxila, doctorkhurram028@gmail.com

Akhlaq Ahmed
PhD Scholar Islamic studies, Allama Iqbal Open University Islamabad, akhlaqahmed593@gmail.com

Muhammad Zakir Khan
AT GM Jaghori Mansehra, zakirkhan401@gmail.com

Abstract

For the beauty and eloquence of any discourse, the presence of organization and structure is essential, as no speech can reach a superior standard of clarity and rhetoric without adhering to a high level of organization. Just as the comprehension of other things is influenced, the coherence of speech also plays a pivotal role in understanding the Quran Majid. Moreover, the absence of coherence is a flaw that is inappropriate even for ordinary speech, let alone attributing it to the timeless speech of Allah Almighty. The impact of the occasions of revelation on interpretation is similar to the importance of coherence and relevance in understanding and interpreting verses accurately and beautifully. Through coherence, interpretations can be protected from corruption, access to Quranic wisdom is facilitated, various aspects of Quranic verses can be elucidated, and the elucidation of derived rulings from Quranic verses is enabled. These objectives

CC BY

contribute to reaching the essence of Quranic verses, as the context determines the meaning of Quranic words. The wisdom of repetition in Quranic verses and stories becomes evident through coherence.

Keywords: Organization, Coherence, Interpretation, Quranic Verses, Context

تمہید

علم ربط قران کا تعلق ان شرعی علوم سے ہے جو قرآن کے ساتھ مختص ہیں اور یہ قرآن کے بلاغی اور بیانی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے اور اس کی حیثیت فرض کفایہ کی سی ہے۔کیوں کہ لغت اور بلاغی علوم کی طرح یہ علم بھی علوم عالیہ کی پہچان میں ایک مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے۔اور اس بات میں کوئی شک نہیں اعجاز قرآنی کا ادراک مسلمانوں کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ اپنی کتاب کی حقانیت پر حجت قائم کر سکیں اور اس کے منزل من اللہ ہونے کو ثابت کر سکیں۔اور جب اعجاز قرآنی کے پوشیدہ اسرار اور دقیق و عمیق معانی کا استنباط ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔تو امت میں سے ایک جماعت نے اس کا بیڑا اٹھایا،جس نے ساری امت کی طرف سے اس فریضے کو ادا کر دیا۔اللہ کے اس حکم کی پیروی کرتے ہوئے

”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً، فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ“(1)

اور مسلمانوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں۔لہذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لیے) نکلا کرے، تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں، تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔

ورنہ ہر ایسا آدمی گنہگار ہوتا، جس میں ادراک کی طاقت و وسعت تو ہے لیکن وہ اس کے لیے کمربستہ نہ ہو۔ (2)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کی تفسیر میں ربط کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں ربط کو نظر انداز کرنا تفسیر کے بہت بڑے حصے کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ تفسیر کی اکثر کتابوں میں ربط کی بنیاد پر قرآن کریم کی مختلف آیات سے متنوع معانی کا استخراج کیا گیا ہے۔اور غور و فکر سے نکالے گئے ربط و تعلق کی بنیاد پر معانی و مطالب اور احکام

OPEN ACCESS

دراصل ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو، ہیں جن میں کسی قسم کا تضاد نہیں پایا جاتا اور بسا اوقات مفسرین کسی آیت کے مفہوم کی وضاحت یا اس سے پیدا ہونے والے وہم یا ابہام کو دور کرنے کا کام بھی لیتے ہیں۔ مناع بن خلیل فرماتے ہیں:

آیات کی تفسیر میں جس طرح اسباب نزول کا اثر و دخل ہے اسی طرح دقت فہم اور حسن تاویل میں آیات میں مناسبت کی پہچان کا کافی دخل ہے۔ (3)

قرآن فہمی میں جس طرح باقی چیزوں کو دخل ہے اسی طرح ربط کلام بھی قرآن مجید کے سمجھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اور عدم ربط ایک معیوب چیز ہے جو کسی عام کلام کے لیے بھی غیر مناسب ہے چہ جائیکہ اللہ جل جلالہ کی کلامِ لایزال کو اس بے ربطی کلام سے معنون اور متصف کیا جائے۔

اس مقالہ میں اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ قرآن فہمی میں ربط کلام کے تفسیری ادب پر پڑنے والے اثرات کیا ہیں؟ ذیل میں ان اثرات کا ذکر کرکے ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

1۔ تاویلات فاسدہ سے بچاؤ

گمراہ فرقوں نے قرآنی آیات کا سہارا لے کر آیات کو سیاق وسباق سے الگ کرکے اپنا مقصودی معنی حاصل کرنے کی کوشش کی جو امت کی گمراہی کا باعث بنتا ہے اسی لیے کسی کلام کے سمجھنے کے لیے اس کے سیاق وسباق پر توجہ کرنا ضروری ہے۔ فرقان حمید میں اگر سیاق وسباق کے لحاظ رکھا جائے تو اس کے حقیقی مفہوم تک کماحقہ رسائی ممکن ہے۔ باطل اور فاسد تاویلوں کے امکانات کو کافی حد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الخالدی، اللہ تعالی کے اس فرمان:

”فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ، قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ“(4)

”پھر جب شوہر نے دیکھا کہ ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو اس نے کہا کہ: یہ تم عورتوں کی مکاری ہے۔ واقعی تم عورتوں کی مکاری بڑی سخت ہے“۔

ڈاکٹر صلاح الخالدی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لوگوں نے سیاق وسباق کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے اس آیت سے یہ اخذ کیا کہ (إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ) اللہ رب العزت کا قول ہے۔ حالانکہ سابقہ کلام کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا قائل عزیز مصر ہے۔ اور یہ قول اس کی کمزور شخصیت اور اپنی زوجہ کے سامنے بے بسی کی طرف اشارہ ہے۔ (5)

OPEN ACCESS

2۔ قرآنی حکمتوں تک رسائی کا ذریعہ

"ربط" قرآنی حکمتوں تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی سورت کا ایک دعوی متعین کر لیا جائے اور باقی سورت کو اس کے لیے دلائل عقلیہ و نقلیہ بنا لیے جائیں، دعوی کو ماننے والوں کے لیے بشارتیں، انکار کرنے والوں کے لیے تخویفات، دعوی کے ساتھ ملحق کر دیا جائے تو پوری سورۃ بالکل ایک ہی اکٹھی عمارت نظر آئے گی۔ امام رازی کے نزدیک قرآن کریم کے اکثر لطائف کو اس کی ترتیبات اور روابط میں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ (6)

علامہ بقاعی لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں سیاق و سباق کی رعایت سے قرآن حکیم کی تفسیر میں مشکل مقامات کو حل کیا جا سکتا ہے اور بسا اوقات ایسے معانی پر واقفیت حاصل ہوتی ہے جن کے بارے میں مفسرین حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔ (7)

سیاق و سباق کی رعایت ہی تمام معاملات کی وضاحت کرتا ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور اس کی طرف توجہ نہ دینے سے بہت سارے معاملات درپردہ رہ جاتے ہیں اور ان کی ضرورت و اہمیت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ علامہ فراہی فرماتے ہیں:

جب اکثر احکام اور امور عظام ربط و نظم میں چھپے ہوئے ہیں تو جو آدمی اس کی طرف التفات نہیں کرے گا تو قرآن کے ایک بڑے حصے سے اعراض کرے گا۔ (8)

3۔ قرآنی آیات کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کرنا

سیاق و سباق کی رعایت سے آیات میں مختلف پہلو سامنے آتے ہیں جیسا کہ متعدد مقامات پر مختلف تفاسیر کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ بل کہ اس (سیاق و سباق) کی رعایت رکھنے والے مفسرین کی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ تحویل قبلہ کی آیت کی تفسیر میں عام مفسرین کا رجحان یہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کا طبعی میلان خانہ کعبہ کی جانب تھا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بیت المقدس آپ کا عارضی قبلہ تھا، اصلی قبلہ تو کعبہ ہی تھا، لہٰذا آپ کا طبعی میلان بھی اسی جانب کر دیا گیا تھا۔ اسی خواہش اور میلان کی بنا پر بعض اوقات آپ کی نگاہ وحی کے انتظار میں آسمان کی جانب اٹھ جاتی تھی کہ کب تحویل قبلہ کا حکم صادر ہو؟ آیت کریمہ میں اسے ہی بیان کیا گیا ہے کہ ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی جانب پھرنا دیکھتے رہے ہیں، پس آپ کی امید رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور ضرور اسی قبلہ کا حکم دیں گے، جس پر آپ راضی ہیں۔

اس تفسیر کی بنیاد اس روایت پر ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ وحی کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور بوجہ اشتیاق بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے۔ (9)

OPEN ACCESS
CC BY

لیکن اس آیت کی تفسیر میں مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں: لفظ تقلب باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلف ہے۔ صراح[10] میں ہے:

تقلب الشئ ظَهراً لبطنٍ، كالحيَّة تتقلَّب على الرَمْضاء[11]

یعنی سخت گرمی میں سانپ کے تکلیف کے ساتھ چلنے پر تقلب کا لفظ بولتے ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم دیکھ رہے ہیں تکلیف اور ناگواری کے ساتھ آپ کے بار بار آسمان کی طرف دیکھنے کو کہ کہیں تحویل قبلہ کا حکم نہ آجائے کیونکہ آپ کی خواہش یہ تھی ابھی تحویل قبلہ نہ ہو اور بیت المقدس ہی قبلہ رہے۔ اس معاملہ میں یہودیوں سے موافقت رہے اور شاید وہ اسی وجہ سے ایمان قبول کر لیں۔ آیت کا یہ مفہوم چونکہ لغت اور عرف کے بھی مطابق ہے اور اس سے اسلام کے کسی منصوص اور قطعی حکم کی مخالفت بھی نہیں ہوئی، اس لیے آیت کی یہ تفسیر و تاویل تفسیر بالرائے کے دائرہ میں داخل نہیں بل کہ یہ اس تاویل کے زمرہ میں داخل ہے جس کی شرعا اجازت ہے۔ چنانچہ علماء تفسیر نے لکھا ہے:

التأويل وهو صرف الآية على طريق الاستنباط إلي معنى يليق بها محتمل لما قبلها وما بعدها وغير مخالف للكتاب والسنة[12]

(علامہ سیوطی لکھتے ہیں)

التأويل صرف الآية إلى معنى موافق لما قبلها وما بعدها تحتمله الآية، غير مخالف للكتاب والسنة من طريق الاستنباط[13]

یعنی تاویل یہ ہے کہ آیت کو ایک ایسے معنیٰ پر محمول کیا جائے جو سیاق وسباق کے مطابق ہو اور آیت میں (لغۃ وعرفا) اس کی گنجائش بھی ہو اور وہ کتاب و سنت سے مستنبط احکام کے خلاف بھی نہ ہو

اور پھر اس تفسیر کی تائید میں دو قرینے بھی موجود ہیں:

1۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ[14]

اور جو علم تمہارے پاس آچکا ہے اس کے بعد اگر کہیں تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کرلی تو اس صورت میں یقینا تمھارا شمار ظالموں میں ہو گا۔

OPEN ACCESS
CC BY

اس آیت میں اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو اس بات پر زجر فرمایا کہ یہ لوگ اس قدر حاسد اور ضدی ہیں کہ کبھی آپ کا اتباع نہیں کریں گے اس لیے آپ ایسے لوگوں کا اس قدر کیوں خیال فرماتے ہیں؟

2۔ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ(15)

گر تم ان کے پاس ہر قسم کی نشانیاں لے آؤ تب بھی یہ تمہارے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔

یہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ حضور ﷺ یہود کو دین کی طرف مائل کرنے اور ان کے قلوب کی تالیف کے لیے ان سے کسی قدر ظاہری (مثلاً اتحاد قبلہ) قائم رکھنے کے متمنی تھے۔ لیکن اللہ تعالی نے آپ کو اس سے روک دیا۔

باقی رہی وہ روایت جس کی بنا پر پہلا مطلب بیان کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اکثر حدیثیں روایت بالمعنی کے طریق پر روایت کی گئی ہیں۔ یہ حقیقت تمام محدثین کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور زیر بحث روایت بھی اسی طریق پر نقل کی گئی ہے اور اکثر ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے آپ نے فرمایا:

جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہیں ہو گا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے تو لیکن اس وقت کا ایمان ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا(16)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ، يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا"(17)

"یہ (ایمان لانے کے لیے) اس کے سوا کس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمھارا پروردگار خود آئے یا تمھارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں؟ (حالانکہ) جس دن تمھارے پروردگار کی کوئی نشانی آگئی اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے لیے کارآمد نہیں ہو گا، جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی نیک عمل کی کمائی نہ کی ہو"۔

اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ جب قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی جنھیں دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور اور مضطر ہو جائیں گے تو اس وقت کا ایمان لانا مفید نہیں ہو گا۔ اس پر بطور اشہاد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

OPEN ACCESS

اس سے آپ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ بعض آیات ربک سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے لیکن بعض راویوں نے اس حدیث سے اپنے فہم کے مطابق یہی سمجھا اور روایت بالمعنی کے ذریعے بیان کر دیا کہ بعض آیات ربک سے طلوع شمس از جانب مغرب مراد ہے حالانکہ یہ چیز حضور ﷺ کے منشا کے خلاف ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

قیامت کے دن بے سینگ کے جانور کو سینگ والے جانور سے بدلہ دلایا جائے گا۔[18]

اس کو بعض لوگوں نے حقیقت پر محمول کر لیا۔ حالانکہ جلحاء اور ذی القرن کمزور اور طاقتور سے کنایہ ہے۔ کیونکہ جانوروں کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ بس ان کا حشر ان کی موت ہی کا نام ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے

اس کا حشر اور انجام موت ہے سوا جنوں اور انسانوں کے موت کے بعد جزا سزا کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اسی طرح زیر تفسیر آیت کے سلسلہ میں پیش آیا۔

(فلنولینک قبلة ترضٰها) یہاں اللہ تعالی نے آپ سے وعدہ فرما کر آپ کو مطمئن کر دیا کہ آپ کو ایسے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائے گا جسے آپ پسند کریں گے۔ دوسرے مفہوم کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جس قبلہ کو آپ پسند کرتے ہیں ہم ادھر ہی منہ کرنے کی اجازت دے دیں گے اور حضرت شیخ کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ کو ایسے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائے گا جسے آپ پسند کریں گے۔[19]

4۔ قرآنی آیات سے مستنبط ہونے والے احکامات کی وضاحت

آیات کے ربط سے مختلف معانی کا استقراء، معنی مشترک یا مقصد عام کے استنباط میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بعض مفردات میں عموم و خصوص ہوتا ہے اور اس تعلق کو عمل میں لانا مناسبت میں ربط معنوی کے استنباط کا فائدہ دیتا ہے۔

ربط کلام سے شریعت کے اسرار کا ادراک اور احکام کے باہمی جوڑ کے بغیر کسی تناقض اور تنافر کے آشنائی ہوتی ہے۔

اس علم کی وجہ سے عقل پرورش پاتی ہے اور حسن تدبیر اور احکام کے استنباط کے لیے اسے ایک قوی ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ امام زرکشی فرماتے ہیں:

وہ (علم ربطِ قرآن) ایسا امر معقول ہے جب اسے عقلوں پر پیش کیا جائے تو قبولیت کے لائق ہوتا ہے۔[20]

OPEN ACCESS
CC BY

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:

ایسا بے مثال علم ہے جس کے ساتھ عقلوں کو ماپا جاتا ہے اور متکلم کے کلام سے اس کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے۔[21]

5۔ "ربط" قرآن حکیم کا اعجازی و بلاغی پہلو

قران کریم اپنی لغت، فصاحت بیان، بلاغت اور اسی طرح اپنے اندر سمیٹے ہوئے اخبار و قصص، پوشیدہ راز اور کئی علوم کی وجہ سے معجزہ ہے۔ تمام وجوہ اعجاز میں سے اکمل واتم وجہ قرآن کریم کا منظم و مرتب ہونا ہے۔ ربط و اتصال اس کی ہر سورت اور ہر آیت میں پایا جاتا ہے اور اس کی آیات ایسی انوکھی شکل و صورت سے اور قوی اسلوب سے مرتب کی گئی ہیں گویا وہ منظم پرویا ہوا ہار ہے جس کے حروف باہم متصل اور اس کے کلمات و جمل اور آیات میں تناسق ہے۔ یہاں تک اس کا اول آخر کے ساتھ اور آخر اول کے ساتھ ایسا منظم اور مربوط ہے کہ جس تک کسی کلام کی رسائی ممکن نہیں۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں:

جس شخص نے اس (البقرۃ) کے نظم کے باریکیوں اور اس کی انوکھی ترتیب پر غور و فکر کیا تو وہ بخوبی جان گیا کہ جس طرح قرآن مجید اپنے فصاحتِ الفاظ اور شرافتِ معانی کے اعتبار سے معجز ہے تو اسی طرح وہ اپنی ترتیب اور آیات کے ربط کے اعتبار سے بھی معجز ہے۔ اور شاید ان لوگوں کی بھی مراد یہ ہی ہے جنھوں نے قرآن مقدس کو اسلوب بیان کی وجہ سے معجز مانا[22]۔

6۔ مستشرقین کے شبہات کا ازالہ

قرآن کریم میں بے جا اعتراض کرنے والے مستشرقین کے شبہات کو اسی علم سے ہی دور کیا جاسکتا ہے اور قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات ڈال کر وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن مجید بے ترتیب اور پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے تو اس علم کی وجہ سے ان کے شکوک و شبہات کو رفع کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مستشرقین کے اعتراضات کا تعلق ہے تو ان میں بہت سارے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن میں اسلام اور قرآن کریم کو مصادر اصلیہ سے سمجھنے کی اہلیت ہی موجود نہیں، تحقیق کا سارا محور اپنے ہم مسلک مستشرقین کی تحریریں ہیں، جن سے استفادہ کرکے وہ اپنے نظریات و مدعا کو سمجھتے ہیں اور پھر اس کا پرچار کرتے ہیں۔ البتہ وہ آدمی جو اسلام کے بنیادی مصادر و مآخذ سے پوری واقفیت نہ رکھتا ہو، اسے یہ حق کیوں کر پہنچتا ہے کہ وہ قرآن و سنت پر اعتراضات کرے؟

تھامس کارلائل اور دیگر مستشرقین کی عبارات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے انہوں نے قرآن کریم کے متن کا مطالعہ ہی نہیں کیا بل کہ دیگر مستشرقین کے تراجم کو دیکھ کر اپنی ایک رائے قائم کی اور پھر اس کو آگے پھیلایا۔ مستشرقین کے قرآن پر کیے گئے اعتراضات کوئی نئی بات نہیں، اس قسم کے اشکالات و اعتراضات نزول قرآن کے وقت بھی کیے جاتے تھے۔ کئی اعتراضات خود قرآن کریم نے بیان کرکے ان کا مدلل جواب دے دیا ہے۔ لیکن ان تک تمام

OPEN ACCESS
CC BY

اعتراضات کا بخوبی اور بغور مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ محض انہوں نے عقل و خِرد کے گھوڑے دوڑائے ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، جس کو قرآن مجید نے إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ[23] اور إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ[24] سے تعبیر کیا ہے۔

7۔ سیاق وسباق سے قرآنی الفاظ کے مفہوم کا تعین

آیت کے مفہوم کو سمجھنے میں یہ ایک بڑا ذریعہ ہے اور سیاق وسباق کی روشنی میں آیات کے بارے میں مختلف توجیہات میں راجح توجیہ کو متعین کیا جاسکتا ہے۔اور اس کی طرف توجہ کرنے والے پر ایسے اسرار ورموز کھلتے ہیں جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو جلا ملتا ہے۔اور ایسے معنی کو متعین کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جس سے پھرنے کا امکان کافی حد ختم ہو جاتا ہے۔اور ربط قرآن خود کوئی مطلوب چیز نہیں جب تک اس سے کوئی نیا حکم ثابت نہ کیا جاسکے۔

مستند آثار و روایات کے بغور مطالعے کے بعد ایسے اشارات ملتے ہیں جو یہ بتلاتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور کے لوگوں کو بھی علمِ ربط قرآن کی معرفت حاصل تھی۔ماہرینِ فن بعض مقامات میں اس کی طرف اشارہ کرتے تھے اور کتاب اللہ کی تفسیر میں اس سیاق وسباق کے تعلق و مناسبت کو بھی ذکر کرتے رہتے تھے اور اسے ان علوم میں سے گردانتے تھے جس کے ساتھ مفسر کی مناسبت ضروری ہے۔ذیل میں چند روایات وآثار کو بطور استدلال کے ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت عائشہؓ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

1۔ "من أخذ السبع فهو حبر"[25]

رسول اکرم ﷺ کا کسی آدمی کو قرآن کی پہلی سات سورتوں کو یاد کرنے پر عالم قرار دینا دلالت کرتا ہے کہ ان سورتوں میں تعلق و مناسبت ہے۔

ایک اور روایت میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

2۔ "أعطيت مكان التوراة السبع ومكان الزبور المئين ومكان الإنجيل المثاني وفضلت بالمفصل"[26]

مجھے تورات کی جگہ سبع طوال دی گئی اور زبور کی جگہ مئین اور انجیل کی جگہ مثانی اور مجھے مفصل کے ساتھ فضیلت دی گئی۔

قرآن کی سورتوں کی یہ تقسیم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر قسم کی کچھ خاصیتیں ہیں اور ان میں ربط و مناسبت ہے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

3۔ "إذا سأل أحدكم صاحبه: كيف يقرأ آية كذا وكذا، فليسأله عما قبلها"[27]

OPEN ACCESS

جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی سے پوچھ کہ وہ اس اور اس آیت کو کس طرح سے پڑھے تو اسے چاہیے کہ سابقہ آیت کے بارے میں پوچھے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں فرمایا:

4۔ "إذا سأل أحدكم أخاه عن الآية فلا يقول: كذا وكذا فليس عليه، ولكن يقرأ ما قبلها ثم ليحل بينه وبين حاجته"[(28)]

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے کسی آیت کے بارے میں سوال کرے تو وہ اس طرح اور اس طرح نہ کہے (یعنی اپنی طرف سے مطلب بیان نہ کرے) کیونکہ اس پر بتلانا لازم نہیں۔البتہ وہ سیاق کو دیکھے اور اس کی مشکل کو حل کر دے"۔

ابن مسعودؓ کے ان دونوں آثار سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ کسی بھی آیت کا مفہوم اور اس کے طریقہِ قرات کی پہچان میں ماقبل آیات سے ربط کا خاص دخل ہے۔

5۔ "عن يزيد بن صهيب الفقير، عن جابر بن عبد الله؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم [قال] "يخرج من النار قوم فيدخلون الجنة" قال: فقلت لجابر بن عبد الله: يقول الله: {يريدون أن يخرجوا من النار وما هم بخارجين منها} قال: اتل أول الآية: {إن الذين كفروا لو أن لهم ما في الأرض جميعا ومثله معه ليفتدوا به} الآية، ألا إنهم الذين كفروا"[(29)].

یزید بن صہیب، جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:" ایک قوم جہنم سے نکل کر جنت میں جائے گی۔ تو وہ فرماتے ہیں: میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ یہ تو اللہ کے اس فرمان کے خلاف ہے جس میں اللہ نے فرمایا کہ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن نکل نہیں سکیں گے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس سے ماقبل والی آیت پڑھو! جس میں اللہ نے فرمایا کہ کافر، زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کا فدیہ دینا چاہیں گے جان چھڑانے کے لیے لیکن ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ آگاہ رہو اس آیت سے کافر مراد ہیں"۔

اس روایت میں آیت کے سیاق وسباق کی رعایت کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تا کہ صحیح مراد سے روگردانی نہ کی جاسکے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ سیاق کو سمجھے بغیر آیت کی تفسیر کرنا اور اس پر عمل کرنا انتہائی خطرناک اور مضر ہے۔

8۔ مقاصد سورت تک رسائی کا باعث

ربط کلام کا علم سورت کے مقاصد اور اس کے پہچاننے میں مدد ومعاون بنتا ہے۔اس علم کی وجہ سے لاحق کی سابق سے مناسبت اسی ربط سے معلوم ہوتی ہے اور کونسا حکم کس حکم کے بعد نازل ہوا یہ بھی اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہے۔ساری سورت کی آیات کا اس سے ربط وجوڑ ہوتا ہے ، ابتداء سے انتہاء تک اس کے مضامین جڑے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

OPEN ACCESS

ہر سورت میں مختلف خطبات اور ان کے مرکزی مضامین اور ان خطبات کا مرکزی مضمون سے تعلق یہ تو تقریباً ہر سورت میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

9۔ آیات وقصص میں تکرار کی حکمت

اس علم کے ذریعے کلماتِ آیات اور قصص کے تکرار کے رازوں سے پردہ اٹھتا ہے۔ ہر کلمہ یا آیت یا قصہ جس جگہ میں وہ لایا گیا ہے، اس کا ربط معلوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ پر اس کا دوسرے سے جدا ایک الگ ہدف ہے۔ علامہ بقاعی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس علم کی وجہ سے مکرر قصص کے راز ظاہر ہوتے ہیں اور اعادہ کیا جانے والا قصہ یہ بتلاتا ہے کہ یہاں پر اس معنی ومفہوم کے علاوہ جو پہلے قصہ سے سمجھ آرہا تھا اس کے علاوہ مقصود ہے۔[30]

ربطہ قرآن دراصل آیات مکررہ کی تشخیص اور ان کے مقاصد کو متعین کرتا ہے، جو آدمی اس علم سے غفلت برتا ہے وہ متزلزل ہو جاتا ہے، پھر وہ مختلف جگہوں میں فرق نہیں کر سکتا۔ مفسرین وبلغاء نے تکرار کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن کریم تکرار سے خالی ہے اور بظاہر تکرار حقیقت میں تشابہ ہے۔

سید قطب فرماتے ہیں: لوگوں کا گمان ہے کہ قرآنی قصص میں تکرار ہے۔ کیوں کہ ایک ہی قصہ کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ دقیق نظر سے دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ کوئی بھی قصہ جو ایک سورت میں لایا گیا ہے تو اس اسی جہت سے دوبارہ نہیں لایا جاتا، بل کہ نیا مقصد ہوتا ہے جو پہلے قصہ سے مقصود نہیں ہوتا۔[31]

10۔ ایمان میں اضافے کا باعث

اس علم سے اہل نظر کو کچھ ایسے اشارے اور حقائق ملتے ہیں جو مذہب وتمدن کی بڑی بڑی کتابوں میں مل پاتے اس موضوع پر لکھنے والے اور غور وفکر کرنے والوں کو خالص ذہنی غذا اور صالح رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور مومنین کے یقین میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

علامہ بقاعی لکھتے ہیں:

اس علم کی وجہ سے دل میں اطمینان کی زیادتی اور عقل میں رسوخ کامل ہوتا ہے۔[32]

CC BY

کیوں کہ مسلمان جب کبھی بھی گہری نظر سے آیات و سور کے مابین ربط و مناسبت میں غور وفکر کرے گا تو اس پر یہ بات آشکارا ہو گی کہ قرآن جس طرح اپنے الفاظ اور شرافت معانی کے اعتبار سے عاجز کر دینے والا ہے، اسی طرح اپنی ترتیب اور ربط آیات وسور کے اعتبار سے بھی معجز ہے۔ یہ بات اس کے ایمان میں اضافے کا باعث ہو گی۔ [33]

11۔ امر خداوندی کی بجا آوری

جو آدمی ربط کلام کا اہتمام کرتا ہے وہ اللہ کریم کے اس امر کو بجالاتا ہے:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا" [34]

"بھلا کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا دلوں پر وہ تالے پڑے ہوئے ہیں جو دلوں پر پڑا کرتے ہیں؟"

کیونکہ اس علم کی بنیادیں قرآن کریم کے تدبر اور غور وفکر پر قائم ہیں۔ اور قرآن کریم میں غور وفکر اور تدبر سے دین کی حکمت اور اس کے امور کے نظام کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے نظم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شکر ایمان کی بنیاد اور جڑ ہے اور شریعت محمدی ﷺ کے تمام احکام و اعمال اس میں آجاتے ہیں۔ جو آدمی بھی اللہ رب العزت کی حکمت ،قدرت، جباریت، عدالت اور رحمت کی نشانیوں میں غور و فکر کرے گا تو اسے اس بات کا یقین حاصل ہو جائے گا کے اللہ حکیم، قادر، جبار، عادل اور رحمان و رحیم ہے۔ تو نتیجۃً وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

"مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا" [35]

"اگر تم شکر گزار بنو اور (صحیح معنوں میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تمھیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟"

اس آیت سے یہ معلوم ہوا ایمان لانے سے پہلے اللہ تعالی کے شکر ادا کرنے کا ادراک و احساس ہو۔ تو حاصل یہ نکلا کہ قرآنی آیات اور ان کے معنی میں ربط و مناسبت میں غور وفکر اور تدبر کرنے سے شریعت کے بنیادی اصول و احکام تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔

12۔ ربط قرآن کلام ربانی اور معجزہ نبوی

اس علم سے قرآن کا من جانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ اس کی آیات وسور میں ربط و اتصال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا" [36]

OPEN ACCESS

”اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بکثرت اختلافات پاتے“ ۔

قران کریم حجۃ اللہ البالغہ اور آنے والے سارے ادوار کے لیے مسائل کے حل کا ذریعہ اور رسول کریم ﷺ کا باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ ہر زمانہ، ہر جگہ اور ہر علاقے کے رہنے والے انسان، یہاں تک کہ جنات بھی اس کے آگے عاجز ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا“[37]

”کہہ دو: کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے۔ چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں“۔

یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ موجودہ ترتیب پر کلام کو مرتب کرنا کسی انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اس جیسی کتاب تیئیس سال کے قلیل عرصہ میں مرتب کر کے قیامت تک آنے والے مسائل کا حل پیش کر سکے۔ چاہے اس کا علم و عقل اور ذہانت و فطانت کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔[38]

قرآن مجید میں قصص کا مختلف مقامات پر تکرار ہے۔ اس پر ملحدین و مستشرقین کی طرف سے وارد ہونے والے اشکالات کو دفع کرتا ہے۔[39]

ایک کلام کے اجزاء آپس میں باہم مربوط اور جڑ جاتے ہیں، جس سے معنی پر کشش اور پر مغز ہو جاتا ہے۔ علامہ سیوطی نے ایسے کلام کو ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جس کی بنیاد ایسے اجزا اور عناصر پر ہو جو باہم مربوط ہوں۔[40]

اس علم سے بلاغت کی اقسام میں سے ایک قسم کا اظہار ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام باہم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

قرآن کریم کو یاد کرنے میں اس علم کا کافی حد تک دخل ہے۔ آیات کے باہمی اتصال کی وجہ سے اس کو حفظ کرنا سہل ہو جاتا ہے۔ اور آیات کے مابین ربط تلاش کرنا اللہ عزوجل کی جانب سے اجر و ثواب پانے کا بھی باعث ہے۔ کیوں کہ اس مین قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کی جاتی ہے اور یہ باعث اجر ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں مروی ہے:

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول الم حرف، ولكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف“.[41]

OPEN ACCESS

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا:"جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا،اس کے لیے ایک حرف کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔اور ایک نیکی کا جر دس گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔میں نہیں کہتا"الم" ایک حرف ہے،بل کہ الف ایک مکمل حرف،میم ایک مکمل حرف اور لام ایک مکمل حرف ہے"۔

ربط قرآن قانون سازی اور آیات کے حکم کو جاننے اور شریعت کے مابین رفاقت کی حد کو سمجھنے کے لیے مفید ہے۔

خلاصہ بحث

ربط قرآن کا تعلق ان شرعی علوم سے ہے جو قرآن کے ساتھ مختص ہیں ان کی حیثیت فرض کفایہ کی سی ہے۔قرآن مجید کی تفسیر میں ربط کو نظر انداز کرنا تفسیر کے بہت بڑے حصے کو نظر انداز کرنا ہے۔ دقت فہم اور حسن تاویل میں آیات میں مناسبت کی پہچان کو کافی دخل ہے۔قرآن فہمی میں تفسیری ادب پر ربط کلام کے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ربط کلام کے ذریعے تاویلات فاسدہ سے بچا جاسکتا ہے،اس علم سے قرآنی حکمتوں تک رسائی ہوتی ہے،قرآنی آیات کے متنوع پہلوؤں کو اس کے ذریعے اجاگر کیا جاسکتا ہے،قرآنی آیات سے مستنبط ہونے والے احکامات کی وضاحت ہوتی ہے،"ربط"قرآن حکیم کا اعجازی وبلاغی پہلو ہے، یہ مقاصد سورت تک رسائی کا باعث ہے کیوں کہ سیاق وسباق سے الفاظ قرآنیہ کے مفہوم کا تعین ہوتا ہے۔قرآن کریم میں آیات وقصص میں تکرار کی حکمت واضح ہوتی ہے۔

---

(1) التوبۃ:122

(2) عادل بن محمد أبو العلاء،مصابيح الدرر في تناسب آيات القرآن الكريم والسور،ج1،ص18

(3) القطان،مناع بن خليل،مباحث فی علوم القرآن، ص96،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

(4) يوسف:28

(5) صلاح الخالدی ،قصص القرآن،ج2،ص127،دارالقلم دمشق ،ط اول،1439ھ

(6) الرازی،فخرالدين ،أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي،مفاتيح الغيب/التفسير الكبير، ج10،ص110،دار احياء التراث العربی بيروت ،

(7) بقاعی،برہان الدين ابو الحسن ابراہيم،نظم الدرر فی تناسب الآيات والسور، ج1،ص13،دار الكتاب الاسلامی قاہرہ

CC BY

(8) فراہی، حمید الدین، دلائل النظام ، ص38، المطبعة الحمیدیة، ط:1388ھ

(9) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذي، ج2، ص169، شرکه مکتبة مصطفی البابی مصر، الطبعة الثانیة، 1395 ھ۔البخاری، محمد بن إسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللهﷺ وسننه وایامه، ج1، ص88، دار طوق النجاة مصر، الطبعة الأولى، 1422ھ

(10) جواہر القرآن کی عبارت میں یہاں صحاح کی بجائے صراح لکھا گیا ہے، راقم کی تحقیق کی حد تک "صراح" نام کی لغت کی کتاب نہیں۔البته صحاح ہے جس کا حواله دے دیا گیا ہے۔

(11) الفارابی، إسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیة، ج،1، ص205 دار العلم للملایین – بیروت، الطبعة الرابعة 1407ھ

(12) الخازن، علاء الدین علي بن محمد بن إبراهیم، لباب التأویل في معاني التنزیل، ج1، ص6 ،دارالکتب العلمیة بیروت

(13) سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، ج4، ص194، مکتبة الهیئة المصریة

(14) البقرة:145

(15) البقرة:145

(16) محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، ج6، ص58

(17) الانعام:158

(18) مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله علیه وسلم، ج4، ص1997، دار إحیاء التراث العربي بیروت

(19) غلام الله خان، جواہر القرآن، ج1، ص73، 72، مکتبه رشیدیه راولپنڈی

((20)) زرکشی، ابو عبدالله بدر الدین بن محمد، زرکشی، البرہان فی علوم القرآن ، ج1۔ص35، دارالمعرفة بیروت

(21) ایضا، ج1، ص265

(22) رازی، مفاتیح الغیب، ج7، ص106

(23) البقرة:78

(24) الانعام:116

(25) الطحاوی، احمد بن محمد، شرح مشکل الآثار، ج3، ص407، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط، 1415ھ

(26) الطیالسی، سلیمان بن داؤد، مسند ابی داؤد الطیالسی، ج2، ص351، دار هجر مصر، ط، 1419ھ

CC BY

(27) ابو بكر عبد الرزاق بن ہمام ، المصنف،ج3،ص364، المكتب الإسلامي بيروت ،الطبعة الثانية1403،

(28) الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب،المعجم الكبير،ج9،ص140، مكتبة ابن تيميةقاهرة، الطبعة الثانية

(29) ابن كثير، إسماعيل بن عمر،تفسير القرآن العظيم،ج3،ص106،دار طيبة للنشر والتوزيع بيروت، الطبعةالثانية 1420ھ

(30) بقاعی،نظم الدرر،ج1،ص8

(31) سيد قطب، فی ظلال القرآن، ج1،ص64 ،دار احياء التراث العربی بيروت لبنان 1391ھ

(32) بقاعی،نظم الدرر،ج1،ص11

(33) احمد ماہر سعيد،علم المناسبات فی القرآن الكريم دراسة تأصيلية،ص19،جامعة الازہر مصر

(34) محمد:24

(35) النساء: 147

(36) النساء: 82

(37) الاسراء:88

(38) بازمول،محمد بن عمربن سالم،علم المناسبات فی السور والآيات،ص39،المكتبة المكية مكةمكرمه،الطبعة الاولی 1423ھ

(39) بقاعی،نظم الدرر،ج1،ص11

(40) سيوطی،الاتقان فی علوم القرآن،ج3،ص371

(41) الترمذی،محمد بن عيسی،سنن الترمذي،ج5،ص25۔الحاكم محمد بن عبد الله،المستدرك على الصحيحين، ج1، ص741 ، دار الكتب العلمية بيروت،الطبعة الأولى، 1411(روایت کے الفاظ ترمذی کے ہیں)

CC BY